وہ خدا جس کی رضا میں دائمی خوشحالی ہے قرآن کریم کی اتباع کے بغیر ہمیں ہرگز نہیں مل سکتا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴؍جون ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

❁❁❁

☆ قرآن کریم پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ہمارے لئے از حد ضروری ہے۔

☆ علم قرآن کے لئے اپنی جدوجہد اور مجاہدات کو کمال تک پہنچاؤ۔

☆ قرآن کریم کے معارف کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات سے برکت حاصل کرو۔

☆ قرآن کریم ساری ہدایتوں اور سارے علوم کا جامع ہے۔

☆ قرآن کریم ہر زمانہ کی ضرورت حقّہ کو پورا کرنے کا کامل اور مکمل طور پر متکفل ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آج کل ہمیں ضلالت اور گمراہی کا جو دَور دَورہ نظر آتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں کی نظر میں قرآن شریف کی عزت اور عظمت باقی نہیں رہی۔ دینی اور دنیوی فلسفوں سے مرعوب ہو کر لوگ کمالاتِ قرآنی سے غافل ہو چکے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ خدا جس کے ہاتھ میں نجات اور جس کی رضا میں انسان کی دائمی خوشحالی ہے وہ قرآن کی اتباع کے بغیر ہرگز نہیں مل سکتا۔

پس آج میں پھر دوستوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم کا پڑھنا اور اس کا سیکھنا اور اس پر عمل کرنا ہمارے لئے از حد ضروری ہے۔ اس کے متعلق پہلے بھی میں نے جماعت کو متوجہ کیا تھا اور بہت سی جگہوں پر قرآن کریم کے سیکھنے سکھانے کا انتظام انفرادی طور پر بھی اور خاندانی اور جماعتی طور پر بھی کیا گیا ہے اور بہت سی جگہ بڑے خوشکن نتائج بھی نکلے ہیں لیکن ابھی ہم نے اس اہم مقصد کے حصول کی طرف وہ توجہ نہیں دی جو بحیثیت جماعت ہمیں دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے متعلق سورۂ واقعہ میں فرماتا ہے۔

اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌo فِیْ کِتَابٍ مَّکْنُوْنٍo لَّایَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَo تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَo اَفَبِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْھِنُوْنَo وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَکُمْ اَنَّکُمْ تُکَذِّبُوْنَ۔

(الواقعہ:۷۸ تا ۸۳)

ان پہلی چار آیات اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌo فِیْ کِتَابٍ مَّکْنُوْنٍo لَّایَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَo تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَo میں سے ہر ایک آیت کا تعلق ان اُمَّھَاتُ الصِّفَات میں سے ایک ایک صفت کے ساتھ ہے جو سورۃ فاتحہ میں بیان کی گئی ہیں۔ اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ کا تعلق مالکیت یوم الدین سے

ہے۔ فِیْ کِتَابٍ مَّکْنُوْنٍ کا تعلق رحیمیت کی صفت کے ساتھ ہے اور لَّا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ کا تعلق رَحْمَانِیَّة کی صفت کے ساتھ ہے اور تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ کا تعلق جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے تصریح فرما دی ہے ربوبیت عالم سے ہے۔

اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ فرمایا یہ قرآن ہے۔ قرآن کے معنی ہیں وہ کتاب جس میں سابقہ کتب کا خلاصہ اور اصولی ہدایتیں جمع ہوں نہ صرف سابقہ کتب سماویہ کا خلاصہ بلکہ تمام علوم حقہ صحیحہ کے اصول اور بنیادی باتیں اور ہدایتیں بھی جس میں جمع کر دی گئی ہوں تو قرآن شریف کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں تمام کتب سابقہ سماویہ کی بنیادی صداقتیں جمع کر دی گئی ہیں نہ صرف یہ بلکہ تمام علوم صحیحہ حقّہ کے متعلق جو بنیادی باتیں خدا کا ایک بندہ ہونے کی حیثیت سے تمہارے لئے جاننا ضروری ہیں ان کو بھی اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے۔

کَرِیْمٌ کا لفظ جب کسی کتاب کے متعلق بولا جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں وہ کتاب جو اپنے معانی اور فوائد کے لحاظ سے اس خصوصیت کی حامل ہے کہ وہ فطرت صحیحہ انسانیہ کی تسلی کا موجب ہوحتیٰ کہ اس کے بعد فطرت کسی اور چیز کی طرف احتیاج محسوس نہ کرے۔

میں نے بتایا ہے کہ اس آیت میں (اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ) کا تعلق صفت مالکیت یوم الدین سے ہے ویسے مالکیت یوم الدین کی صفت اپنی وسیع اور کامل تجلّی کے لئے عالم معاد کو چاہتی ہے اس لئے اس کی تجلّیٔ عظمیٰ دنیا میں اپنی کامل شکل میں ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کے لئے یوم حشر چاہیے جس دن کہ یہ مادی سامان اور مادی پردے حائل نہ ہوں اور ہر چیز واضح طور پر انسان کے سامنے آ سکے۔ تاہم اس عالم مادی کے دائرہ کے مطابق اس کی تجلّی ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نے دو جنتیں بنائی ہیں ایک کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے اور ایک کا تعلق اُخروی زندگی کے ساتھ ہے۔ اسی طرح کافر کے لئے جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا ہے دو جہنم بنائے گئے ہیں۔ ایک وہ جہنم جس کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے اور ایک وہ جہنم جس کا تعلق اُخروی زندگی کے ساتھ ہے اور جنت اور جہنم میں جانے سے پہلے یوم حساب کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جزا و سزا کے فیصلہ کے بغیر جزاء و سزا کا نفاذ کیسے ہو سکتا ہے۔

اس دنیا میں بھی یومِ حساب ہے چونکہ وہ اس مادی دنیا کے اندر آہستہ آہستہ ظاہر ہوتا ہے اس لئے انسان پر اس کی پوری طرح وضاحت نہیں ہو سکتی۔ اگر انسان اس دنیا میں جنت کی نعماء سے فائدہ اُٹھانا

چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کسی حصۂ عمل کے متعلق حساب اور فیصلہ کرے گا تبھی اس کو نعمت سے حصہ ملے گا اور اگر اس کو اس دنیا میں جہنم کا مزا چکھایا جانا ہے تو اس کا پہلے حساب ہوگا پھر اسے اس کا مزا چکھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِيْدٌؕ۝ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝ۚ (البروج: ۱۳، ۱۴)

کہ مالکیت یوم الدین کے تحت غضب اور قہر کی جو تجلی ہے وہ بھی بڑی سخت ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی گرفت بڑی کڑی ہوتی ہے۔ وہ دنیا کے عذاب شروع ہونے سے پہلے حساب لیتا ہے اگر کوئی قوم ایک عذاب سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے تو وہ دنیا پر عذاب کو دُہراتا ہے۔

یومِ معاد میں تو سارے جہانوں کے انسانوں کا حساب شاید سیکنڈ کے کروڑویں حصہ میں ہو جائے بلکہ وہاں وقت کا اطلاق ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ دنیا وقت سے آزاد ہے۔ لیکن یہ دنیا جو زمان اور مکان کی حدود میں بندھی ہوئی ہے اس میں مختلف اوقات میں مختلف قوموں اور افراد کا حساب ہوتا ہے اور وہ اپنے اعمال کے مطابق اس دنیا کے جہنم یا جنت سے حصہ لیتے رہتے ہیں۔

پس قرآن کریم کے معنی ہیں ایسی کتاب کہ جس کے معانی اور فوائد اس قسم کے ہیں کہ اس کے بعد انسانی فطرت کو کسی اور کتاب کی احتیاج اور ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اس لئے اس سے اچھی کتاب کا تصور ممکن ہی نہیں۔ سب سے اچھی کتاب، سب سے خوبصورت کتاب، سب سے فائدہ مند کتاب اور سب سے زیادہ معانی سے پُر یہ کتاب ہے۔ کیونکہ یہ کتابِ کریم ہے اس لئے اس کی اتباع کے نتیجہ میں جو بدلہ ہمیں ملے گا وہ بدلہ بھی عقلاً اجر کریم ہونا چاہئے اور خدا تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ہم اس کی اِتّباع کے نتیجہ میں اجرِ کریم دیں گے۔ فرمایا

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا۔ (الاحزاب: ۴۵)

اس آیت سے پہلے آنحضرت ﷺ کا ذکر ہے۔ آپؐ کے خاتم النبین ہونے کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپؐ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر دنیا میں بلند ہوگا اور آپؐ کو ایسی جماعت دی جائے گی جو اس کی یاد میں صبح و شام مشغول رہنے والی ہوگی اور قرآن کریم کی پیروی کنے والی ہوگی اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انہیں اجر کریم ملے گا۔

فرمایا کہ جب یہ لوگ اجر دیئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ان کا حساب کرے گا اور پھر خدا

کا تحفہ سلامتی کی شکل میں انہیں ملے گا۔

یہ اجر، اجر کریم ہوگا بڑی عزت والا ہوگا اور ایسا بدلہ ہوگا کہ وہ خود بتا رہا ہوگا کہ خدا ان سے راضی ہے اور ان کے دل اور روح پکار رہی ہوگی کہ وہ اس بدلہ سے راضی ہوئے ہیں۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ۔ (المجادلہ: ۲۳)

پس ان کے لئے قرآن کتاب کریم ہے اس سے بہتر کتاب دنیا میں نہیں ہوسکتی اس لئے اس کی اتباع کے نتیجہ میں جو بدلہ دیا جائے گا وہ بھی اجر کریم ہوگا اور جو بدلہ دینے والی ذات ہوگی وہ ’’رَبِّ کریم‘‘ ہے۔ اسی طرح فرمایا:

اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکۡرَ وَخَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ ۚ فَبَشِّرۡہُ بِمَغۡفِرَۃٍ وَّاَجۡرٍ کَرِیۡمٍ۔ (یٰسٓ: ۱۲)

الذِّکۡر قرآنی محاورہ میں خود قرآن کریم کو کہا گیا ہے۔ فرمایا جو قرآن کریم کی اتباع کرنے والا ہے اُسے تو اے نبی! مغفرت اور اجر کریم کی بشارت دے دے۔ مَغۡفِرَۃٌ کے معنی دراصل کریم کے اندر پائے جاتے ہیں۔ اس کا جزو لازمی ہے۔ کیونکہ انعام وہاں شروع ہوتا ہے جہاں مَغۡفِرَۃٌ ختم ہوتی ہے۔ جب تک گناہوں کی معافی نہ ہو انعامات کے حصول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس واسطے کریم کے لغوی معنوں میں مغفرۃ کا مفہوم آجاتا ہے۔ کریم کے معنی ہیں صَفِیۡحٌ اور صفیح کے معنی ہیں گناہوں کو معاف کرنے والا، درگزر کرنے والا۔

تو فرمایا کہ جو شخص اس اَلذِّکۡر یعنی قرآن کریم ایسی کتاب سماوی کی جو اپنے اندر صفت کریم رکھتی ہے اتباع کرتا ہے اس کو میری طرف سے بشارت دے دو مغفرت کی بھی اور ایسے بدلے کی بھی کہ جس کے بعد انہیں کبھی خواہش پیدا نہ ہوگی کہ کاش ہمیں کچھ اور مل جاتا۔ میں نے بتایا ہے کہ بدلہ دینے والی ذات بھی رَبِّ کریم ہے۔ فرمایا

یٰۤاَیُّھَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الۡکَرِیۡمِ ۙ الَّذِیۡ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ ۙ فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ؕ کَلَّا بَلۡ تُکَذِّبُوۡنَ بِالدِّیۡنِ (الانفطار: ۷ تا ۱۰)

یعنی اے انسان! تجھے کس نے تیرے ربّ کے بارہ میں مغرور اور دھوکہ خوردہ بنا دیا۔ تجھے جرأت کیسے ہوئی؟؟

مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ کے معنی ہیں کہ تیرے اندر اس کے خلاف کھڑا ہونے اور اس کی ہدایت کے خلاف عمل کرنے کی جرأت کیسے پیدا ہوئی حالانکہ تیرا رَبِّ کریم ہے۔ وہ مغفرت کرنے والا بھی ہے اور غیر متناہی انعامات اور احسانات دینے والا بھی ہے سخی ہے اور پھر سخی بھی ایسا کہ جس کی عطا کو حدود کے اندر مقید نہیں کیا جا سکتا۔ فرمایا

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ کہ ربّ کریم کے خلاف تمہارا مغرور ہونا اور اس کے مقابل جرأت کر کے کھڑے ہو جانے کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم یوم الدین، یوم حساب اور یوم حشر پر ایمان نہیں لاتے۔ تو اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ کا جیسا کہ میں نے بتایا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے بڑا گہرا تعلق ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ کتاب جو تمہیں دی گئی ہے اس کے بعد تمہیں کسی اور ہدایت نامہ کی ضرورت نہیں اور وعدہ تم سے یہ کیا گیا کہ اگر تم اس کی اتباع کرو گے تو تمہیں ایسا بدلہ ملے گا کہ تمہاری روحیں خوش ہو جائیں گی اور تمہیں کسی اور چیز کی احتیاج محسوس ہی نہ ہوگی اور جو چاہو گے وہ تمہیں دیا جائے گا۔ پھر انسان کو یقین دلایا کہ دینے والے کی طاقتیں اور ذرائع محدود نہیں بلکہ وہ ربّ ہے جس نے ساری دنیا کو پیدا کیا اور نشو ونما دیا اور سخاوت اس کی صفات کا ایک حصہ ہے۔ وہ بہت زیادہ دینے والا ہے اور اتنا دینے والا ہے کہ لینے والا راضی ہو جائے۔ لیکن باوجود اس کے تمہارا اس کی ہدایت پر کان نہ دھرنا بتاتا ہے کہ اصل میں تم جزاء وسزا کے دن کے منکر ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ اسی دنیا میں تمہاری زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا اور تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہو گے اور اُخروی زندگی کوئی چیز ہی نہیں۔ اسی لئے کافروں کے نزدیک اللہ تعالیٰ ربّ نہیں۔ اور اگر وہ کچھ مشتبہ سا تخیل رکھتے بھی ہیں تو وہ اسے کریم نہیں مانتے اور اگر وہ عادتاً خدا تعالیٰ کی بعض صفات کو مانتے بھی ہیں تو اس کی بھی وہ یہ تعبیر کرتے ہیں کہ نہ ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور نہ ہی ربّ کریم کی ہمیں احتیاج ہے۔ یہی دنیا ہی دنیا ہے۔ یہاں ہی ہم زندہ رہیں گے۔ یہیں ہم مریں گے اور مٹی میں مل جائیں گے اور جو کچھ ہم نے کرنا ہے اپنے وسائل سے، اپنی عقلوں سے، اپنے فکروں سے، اپنی تدابیر اور اپنے فریب سے کرنا، ہے رَبِّ کریم کی ہمیں احتیاج نہیں۔ غرضیکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ چونکہ تم یوم حشر کے قائل نہیں اس لئے تم رَبِّ کریم کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی جرأت کرتے ہو۔

ان آیات سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ

یہ ایک ایسی ہدایت ہے کہ جس میں تمام صداقتیں اور علوم حقہ کے اصول آ گئے ہیں اس کے بعد نہ کسی آسمانی ہدایت کی ضرورت ہے اور نہ دنیوی علوم سیکھنے کے لئے کسی اور طرف منہ کرنے کی حاجت۔ ہر لحاظ سے کامل اور مکمل اور انسانی فطرت کو تسلی دینے والی ہے اور جو اسکی اتباع کرتے ہیں اُن کو اَجرِ کریم ملتا ہے۔ ایسا اجر جو انسان کو خوش کر دیتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے پالیتا ہے۔ اسے کسی اور کی طرف جانے کی احتیاج نہیں رہتی اور دینے والا وہ ہے جو ربّ کریم ہے اور کریمیت کا تعلق **مالک یوم الدین** سے بڑا گہرا ہے کیونکہ مالک ہونے کے لحاظ سے اس کی دو تجلیاں ظاہر ہوتی ہیں:۔

ایک غصہ اور قہر کی تجلی اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ (البروج:۱۳) اور ایک رضا اور خوشنودی کی تجلی اور یہ کریم کی صفت سے ظاہر ہوتی ہے اور وہ اتنا دیتا ہے اتنا دیتا ہے کہ لینے والے کو سیر کر دیتا ہے۔

پس یہاں قرآن شریف کی شان کو قُرْآنٌ کَرِیْمٌ کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے یعنی ساری ہدایتوں اور سارے علوم کا جامع ہے اور اس سے بہتر اور احسن اور خوبصورت کتاب کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ اپنی جنس میں سب سے اکمل کتاب ہے اسی لئے اس کی اتباع کرنے والوں کو اَجرِ کریم ملتا ہے اور ملتا بھی رَبِّ کریم کی طرف سے ہے۔

باوجود ان خوبیوں کے اَفَبِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْھِنُوْنَ تم اس کلام کے بارہ میں منافقانہ رویہ اختیار کرتے ہو اور تم خیال کرتے ہو کہ اگر ہم نے قرآن کریم کو صحیح رنگ میں ان کفار کے سامنے پیش کیا تو ہمیں شرمندہ ہونا پڑے گا؟؟ مداہنت اور منافقت قریباً برابر ہے۔ اور جو بات آیت یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَایَشْعُرُوْنَ (البقرہ:۱۰) میں بیان ہوئی ہے وہ اِدْھَان اور مُدَاھَنَۃ ہی ہے۔ اِدْھَان اور مُدَاھَنَۃ کا ایک ہی مفہوم ہے تو فرمایا کہ کیا تم مداہنت سے کام لیتے ہو؟ نفاق سے کام لیتے ہو۔ تمہارے دل میں کچھ اور ہے اور ظاہر کچھ اور کرتے ہو اور پھر اتنے عظیم الشان کلام کے متعلق؟؟؟

فرمایا۔ پھر بعض تم میں سے ایسے ہیں وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَکُمْ اَنَّکُمْ تُکَذِّبُوْنَ (الواقعہ:۸۳) کہ تم نے انکار کو اپنا حصہ بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ کتاب اس لئے نازل کی تھی کہ تم اس پر ایمان لا کر ان فوائد اور فیوض کو حاصل کرو جو اس کی اتباع کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے ہیں۔ مگر تم نے اس کی اتباع سے انکار کیا۔ اس دنیا میں بھی اور اُخروی زندگی میں بھی ربّ کریم کا فیصلہ تمہارے حق میں

خوشی اور رضا کا نہیں۔ بلکہ غصہ اور قہر کا فیصلہ ہوگا۔ اس دنیا میں بھی جہنم تمہارے حصہ میں آئے گی اور اُخروی زندگی میں بھی ایک لمبا عرصہ تک تم جہنم میں رہنے والے ہوگے۔

غرضیکہ اس آیت کا تعلق مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کے ساتھ ہے اور بڑا عظیم الشان مضمون اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ اس کے بعد سوال ہوتا ہے کہ اتنی عظیم الشان کتاب کا علم ہم کیسے حاصل کریں؟ فرمایا خدائے رحیم کے سامنے جھکو جو انسان کی کوشش اور محنت کو بارآور بناتا ہے۔ کیونکہ یہ قرآن فِیْ کِتَابٍ مَّکْنُوْنٍ پردوں میں چھپی ہوئی محفوظ کتاب کے اندر ہے۔ اس کی ہدایتیں غطاء (پردے) کے اندر ہیں مَکْنُوْنٍ کے معنی ہیں وہ چیز جو ایسے پردے یا مکان میں رکھی جائے جس میں اس کی پوری حفاظت ہو سکے۔

تو فرمایا کہ چونکہ حفاظت کی غرض سے اس کے معنی اور مطالب کو چھپایا گیا ہے۔ پردہ میں رکھا ہوا ہے ان کو حاصل کرنے کے لئے تمہیں ان پردوں کو اٹھانا پڑے گا، دل کے پردوں کو بھی اور دیگر قسم کے جو ہزاروں حجابات ہیں ان کو بھی۔ اگر تم ان پردوں کو اُٹھاؤ گے کوشش کرو گے، محنت کرو گے تو چھپی ہوئی چیز کو نکال لاؤ گے جیسے کہ کانوں میں چھپے ہوئے جواہر بڑی محنت سے نکالے جاتے ہیں یا سمندر کی تہ میں چھپے ہوئے موتی بڑا گہرا غوطہ لگا کر نکالے جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کتاب اور اس کے مطالب اس قابل تھے کہ انہیں ہر لحاظ سے محفوظ رکھا جاتا۔ اس مطلب کی خاطر ہم نے بہت سے پردے اس کے گرد ڈال دیئے ہوئے ہیں۔ اگر تم ان مطالب اور معارف تک پہنچنا چاہتے ہو تو تمہیں مجاہدہ سے کام لینا پڑے گا، کوشش کرنی پڑے گی۔ تب وہ خدائے رحیم تمہاری محنت اور مجاہدہ کا نتیجہ نکالے گا اور ایک حد تک تم قرآن کے حقائق حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ ویسے صفت رحیم اور رحمٰن پہلو بہ پہلو چلتی ہیں ان کو علیحدہ کر کے صحیح تصور ہمارے دماغ میں نہیں آ سکتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کتاب مکنون ہے اس لئے میری صفت رحیمیت سے برکت حاصل کرو اور پوری جدوجہد قرآن کریم کے سیکھنے میں لگا دو اور پوری طرح اس کتاب کریم اور مطہر صحیفہ کی طرف متوجہ ہو۔ اس کے سیکھنے کے بغیر کوئی لمحہ نہ گزارو اور نہ ہی کوئی دقیقہ فروگذاشت کرو، ہر وقت اس کے متعلق سوچتے رہو۔ تب تمہاری کوششوں کا نتیجہ نکلے گا اور رحیمیت اپنے جوش میں آئے گی۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خالی مجاہدہ اور کوشش سے کچھ نہیں بنے گا۔ ظاہری کوششوں سے تم صرف چھلکا ہی حاصل کر سکو گے اگر کوئی عیسائی اپنا

وقت خرچ کرے اور عربی سیکھنے کی کوشش کرے اور پھر تمام قرآن کریم کی وہ تفاسیر جو عربی زبان میں لکھی گئی ہیں اور وہ تفاسیر جو اُردو زبان میں لکھی گئی ہیں پڑھ کر بظاہر ان کے مضامین پر حاوی ہو جائے، تو اس علم کی وجہ سے وہ قرآن کریم کی منقولی تفسیر کر سکے گا۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کی جو تفسیر براہین احمدیہ (براہین احمدیہ ہر چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۴۱۴ تا ۴۳۵) میں تحریر فرمائی ہے۔ وہ بھی اسے پڑھ کر بیان کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے یہ صرف ظاہری علم ہے جسے وہ حاصل کر سکتا ہے قرآن کریم کے متعلق صرف ظاہری علم کافی نہیں، قرآن کریم کے علوم، اس کی ہدایات، اس کے معارف اور اس کی حکمتوں سے فائدہ اُٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے ساتھ صفت رحمانیت بھی جوش میں آئی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا خوب فرمایا ہے۔

گر بعلم خشک کارِ دیں بُدے
ہر لیئمے رازدارِ دیں بُدے

(سراج منیر روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۰)

پس فرمایا کہ ہم نے ہر طرح سے قرآن کریم کی حفاظت کی ہے اور کوئی خشک یا ظاہری علم اس کے مغز اور روح کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ تم خدائے رحمٰن کا دروازہ کھٹکھٹاؤ کیونکہ جب تک تم اس کی نگاہ میں پاکیزہ نہیں ٹھہرو گے معارف وحقائق قرآنیہ کا بھی تم پر نزول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آیت لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ (الواقعہ: ۸۰) کا تعلق صفت رحمٰن سے ہے۔

پھر فرمایا تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الواقعہ: ۸۰) قرآن کریم کی تفاسیر بہت سی ہو چکی ہیں۔ میرے خیال میں کئی سو موٹی موٹی تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ لاکھوں صفحات تفسیر کے لکھے گئے ہیں۔ ایک عام سمجھ کا انسان ان تفاسیر کے ڈھیر کو دیکھ کر دل میں خیال کر سکتا ہے۔ کہ جو کچھ قرآن مجید میں تھا مفسرین نے اسے باہر نکال لیا ہے۔ اب کوئی شخص کتاب مکنون سے کوئی نیا مطلب نہیں نکال سکتا۔

اس خیال کی تردید کے لئے فرمایا کہ صحیفۂ قدرت کو دیکھو کتنی کثرت سے بڑی بڑی ایجادیں ہوئیں بعض لوگوں نے صرف ایک مسئلہ کے متعلق نئی تحقیق پیش کی تو دنیا نے اسے بہت سراہا اور کہا کہ اس نے علم کی بڑی خدمت کی ہے حالانکہ اس نے ساری عمر میں ایک راز ہی معلوم کیا تھا باوجود اتنی کوششوں کے پھر

بھی نہیں کہا جا سکتا کہ دنیوی علوم ختم ہو گئے اور کہ انسان صحیفہ قدرت پر پوری طرح حاوی ہو گیا ہے اور کوئی نئی چیز یا ایجاد دریافت نہیں کی جا سکتی۔

تو فرمایا کہ جس طرح صحیفہ قدرت میں اللہ تعالیٰ کے غیر محدود اسرار پوشیدہ ہیں اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی غیر محدود حکمتیں اور معارف پوشیدہ ہیں۔ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الواقعہ:۸۱) اس لئے جس زمانہ میں بھی تم ہو اور جس ملک میں بھی اللہ تعالیٰ تمہیں پیدا کرے اس اصول کو مدنظر رکھنا کہ قرآن کریم کا اتارنے والا رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ہے۔ جس کی حکمت تجدید، نشوونماء اور ارتقاء کو چاہتی ہے۔

اس لئے دنیا بھی ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی کہیں کی کہیں پہنچ رہی ہے اور ہر نئی منزل پر اسے نئی الجھنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایسے بندے پیدا کر دیتا ہے جو قرآن کریم کے نئے مطالب، معانی اور نئے معارف اخذ کر کے اس زمانہ کی نئی الجھنوں کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چونکہ قرآن کریم کے علوم ختم ہونے والے نہیں قرآنِ کریم غیر محدود حقائق اور غیر متناہی علوم وحقائق اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس لئے ہر زمانہ کی حاجت کے مطابق وہ کھلتے جاتے ہیں اور ہر زمانہ کے خاص فاسد خیالات کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ علوم ایک مسلح فوج کی طرح کھڑے رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ اس کتاب میں ہر وہ سامان موجود ہے جو کسی زمانہ کے لئے درکار ہے اور ہر ایک زمانہ کی ضرورت حقہ کے پورا کرنے کا کامل اور مکمل طور پر متکفل ہے جیسے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس زمانہ میں خود مشاہدہ کیا ہے۔

غرضیکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کتاب کا تعلق ہماری صفت رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ سے بھی ہے۔ جس طرح عالم ابتدائی دور میں تھے۔ اور پھر ان میں سے ہر ایک آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے اسی طرح قرآن کریم کے علوم بھی منزل بہ منزل نئے سے نئے نکلتے چلے آئیں گے اور دنیا یہ نہ کہہ سکے گی کہ ہمیں ایک مسئلہ پیش آیا لیکن قرآن کریم نے ہمارے سامنے اس کا حل پیش نہیں کیا۔ اس لئے اگر کسی جگہ تم رکتے یا اٹکتے ہو تو اس میں تمہارا قصور ہے تم ربوبیت عالمین کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اور اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے دامن کو پکڑو۔ خدا تعالیٰ کے سامنے عاجزانہ طور پر جھکو اور کہو کہ اے خدا! تو نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ میں رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ہوں اور یہ کتاب میری طرف سے نازل ہوئی ہے میری اس صفت کے ماتحت جہاں عالمین ارتقائی دَوروں میں سے گزر رہے ہیں وہاں قرآن کریم کے علوم بھی نئے سے نئے دنیا پر کھلتے

رہیں گے۔ آج ضرورت بعض مسائل کے حل کرنے کی ہے تو ہماری عقلوں کو منور فرما اور ہمارے لئے ایسے دروازے کھول جو ہمیں تیرے تک پہنچائیں اور ان سے ہمیں قرآن کریم کا وہ نور حاصل ہو جس کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔

پس ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی عظمت کو بیان کیا ہے اور قرآن کریم کے معارف کے حصول کے لئے جن صفات سے برکات حاصل کرنے کی ضرورت ہے انہیں بھی بیان فرمایا ہے ہمیں چاہئے کہ انفرادی اور جماعتی طور پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات سے برکات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہم اپنی کوشش، اپنی جدوجہد اور مجاہدات کو کمال تک پہنچائیں اور جو منصوبہ قرآن کریم کو سیکھنے سکھانے کا جماعت میں جاری کیا گیا ہے اس سے غفلت نہ برتیں۔

اس موقع پر میں اُن عزیزوں اور بھائیوں سے بھی اپیل کرنا چاہتا ہوں جن کا مختلف درسگاہوں سے طالب علم یا استاد کا تعلق ہے کہ اپنی چھٹیوں میں سے اگر آپ دو ہفتے قرآن کریم کو پڑھانے کے لئے وقف کر دیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی برکات نازل فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نیک کام کے سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۷؍اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۳ تا ۵)

☆......☆......☆